حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

از: ڈاکٹر ماجد علی خاں، لکچرر اسلامیات جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی)

چودھویں صدی ہجری میں سرزمین ہند سے چند ایسے عظیم علماء فضلاء پیدا ہوئے جن کا علم فضل، دینی و تبلیغی جد وجہد اور فیوض و برکات برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش سے نکل کر عالم کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علوم کے صحیح وارث و امین ثابت ہوئے، انھوں نے آپ کی نیابت کا حق ادا کیا اور اس حدیث کے بجا طور پر مصداق بنے — علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل — ان چند حضرات میں سے ایک ذات گرامی حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کی بھی تھی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی اس دور میں ایک ہمہ گیر شخصیت کی حامل تھی۔ آپ نہ صرف امام المحدثین والعلماء فی ھذہ العصر، شیخ المشائخ، تبلیغی کام کے سرپرست اور رئیس [illegible] تھے بلکہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے فیوض و برکات کے [illegible] موجودہ دور میں اس سلسلۂ عالیہ کے سرخیل بھی تھے۔ راقم السطور کا تعلق حضرت [illegible] مرقدہٗ سے ۱۹۵۹ء میں ہوا تھا۔ اس وقت راقم السطور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا طالب علم [illegible] وہاں پر تبلیغ کے ایک اہم کارکن (جناب امتیاز زیدی صاحب) آئے ہوئے تھے جن کی

[illegible] ۱۹۵۸ء میں بھی سہارنپور تبلیغی جماعت میں جانا ہوا تھا وہاں حضرت رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے مصافحہ ہوا تھا لیکن تعلق ۱۹۵۹ء سے ہی ہوا۔

زبانی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت کا صحیح تعارف ہوا۔ چنانچہ رمضان میں ہی راقم السطور نے ایک خط حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں تحریر کیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رمضان میں خطوط کا عام طور پر جواب نہیں دیتے تھے۔ لیکن راقم السطور کے خط کے جواب میں تحریر کیا "میں رمضان میں خط کا جواب نہیں دیتا ہوں۔ محض تمہاری دینی لگن کی وجہ سے جواب دے رہا ہوں۔" "اگر چھٹیوں میں سہارنپور آنا ہو تو ملاقات کرنا......" راقم السطور امتحانات کے بعد موسم گرما کی تعطیلات میں تبلیغی جماعت کے ساتھ سہارنپور گیا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے ملاقات کے وقت اس خط کا حوالہ دیا۔ جماعت میں وقت پورا کر کے ایک ہفتہ سہارنپور میں قیام کیا۔ جب سے ہی تعلق میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے بعض تعلق رکھنے والے راقم السطور کو حضرت کے مریدین میں سے سمجھنے لگے۔ حالانکہ احقر کو حضرتؒ سے بیعت ہونے کا شرف حاصل نہیں تھا۔ البتہ اجازت حدیث ضرور تھی۔ راقم السطور اکثر موسم گرما کی تعطیلات میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں ہفتہ عشرہ گزارتا تھا۔ بارہا عید الفطر و عید الاضحٰی کے موقعہ پر سہارنپور ہی قیام رہا۔

ذیل میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت و خدمات کے بارے میں کچھ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اجداد و شیوخ

(الف) اجداد کرام: حضرت شیخ الحدیثؒ کے اجداد جھنجھانہ ضلع مظفر نگر کے صدیقی شیوخ میں سے تھے۔ آپ کے سلسلۂ نسب میں جھنجھانہ کے مشہور بزرگ حکیم محمد اشرفؒ گزرے ہیں۔

حکیم محمد اشرفؒ: مولانا حکیم محمد اشرفؒ عہد شاہجہانی میں جھنجھانہ کے رہنے والے مشہور بزرگ تھے۔ جن کے علم وفضل، زہد و تقویٰ، اتباع شریعت پر ہم عصر علماء اور مشائخ متفق تھے[1] یہ جھنجھانہ کے ایک عالی مرتبت خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپ کی اولاد میں بے شمار علماء، وفضلاء، مشائخ، اطباء اور بلند پایہ مفتی وفقیہ پیدا ہوئے[2]۔

مولانا حکیم محمد اشرف کے ایک صاحبزادہ کا نام حکیم محمد شریف تھا جو علم وفضل اور اتباع شریعت میں اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر تھے۔ مولانا حکیم محمد شریف کے دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک مولانا حکیم عبدالقادر صاحب (جن کی اولاد میں بہت سے باکمال بزرگ اور مشائخ پیدا ہوئے خصوصاً مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ اور مولانا مظفر حسین کاندھلوی جو اپنے دور کے ممتاز ترین علماء میں شمار کیے جاتے تھے) اور دوسرے صاحبزادے مولانا محمد فیض[3] تھے۔

مولانا محمد ساجد جھنجھانویؒ: مولانا محمد فیض کے ایک نامور فرزند مولانا حکیم محمد ساجد جھنجھانوی تھے۔ "حالات مشائخ کاندھلہ" کے مطابق آپ کے دادا مولانا حکیم محمد اشرف کی خدمت میں شاہ جہاں (بادشاہ ہند) نے دو ہزار بیگھہ پختہ آراضی پیش کی تھی جو موصوف نے قبول نہیں کی تھی۔ وہی فرمان پھر مولانا محمد ساجد کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کو آپ نے قبول فرمالیا۔ اس طرح آپ نہ صرف دینی اور علمی کمال سے مشرف

---

[1] محمد ثانی حسنیؒ، سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، لکھنؤ ۱۹۶۷ء (۱۳۸۸ھ)، ص ۳۳۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "حالات مشائخ کاندھلہ"

[3] کچھ کتابوں میں ان کا نام فیض محمد درج ہے۔ ملاحظہ ہو "ولی کامل" از مفتی عزیز الرحمٰن، ص ۵۶۔

تھے بلکہ دنیوی عزت و وجاہت کے بھی حامل تھے۔

مولانا حکیم محمد ساجد کے ایک فرزند تھے جن کا نام حکیم غلام محی الدین تھا۔ ان کے بھی ایک فرزند حکیم کریم بخش نام کے تھے۔ حکیم کریم بخش کے دو فرزند ہوئے: شیخ غلام حسن اور شیخ غلام حسین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے دادا مولانا محمد اسماعیل شیخ غلام حسین کے صاحبزادے تھے۔

مولانا محمد اسماعیل: شیخ غلام حسین کے دو صاحبزادے ہوئے۔ (۱) مولانا محمد اسماعیل (۲) مولانا محمد اسحاق۔ مولانا محمد اسماعیل جھنجھانہ میں پیدا ہوئے اور وہی آپ کا آبائی وطن تھا۔ آپ نہایت عابد و زاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ مولانا محمد اسماعیل کی پہلی شادی جھنجھانہ میں ہوئی تھی جن سے مولانا محمد صاحب تولد ہوئے۔ پھر ان کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ آپ کی دوسری شادی کاندھلہ میں مولانا مظفر حسین کاندھلوی کی نواسی سے ۱۳ رجب ۱۲۸۵ھ (۳۰ اکتوبر ۱۸۶۸ء) کو ہوئی۔ مولانا مظفر حسین صاحب مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے حقیقی بھتیجے اور شاہ اسحٰق صاحب کے نہایت عزیز شاگرد تھے۔ آپ شاہ محمد یعقوب صاحبؒ کے مجاز اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کے دیکھنے والے تھے[۱]۔ مولانا مظفر حسین صاحب اپنے زمانہ کے بڑے صلحاء میں سے تھے۔ ورع و تقویٰ آپ کا خاص جوہر تھا۔

اپنی دوسری شادی کے بعد مولانا محمد اسماعیلؒ کاندھلہ کے اس علمی گھرانہ سے ایسے وابستہ ہوئے کہ جھنجھانوی کے بجائے کاندھلوی بن گئے اور کاندھلہ کی مستقل سکونت اختیار فرما کر ایک چھوٹا سا رہائشی مکان بھی وہاں تعمیر کرا لیا۔ مولانا محمد اسماعیل

---

[۱] مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت، لکھنؤ ۱۹۶۱ء، ص ۳۵۔

کی ان دوسری اہلیہ سے دو نامور صاحبزادے پیدا ہوئے۔ (۱) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ .... یعنی والد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور (۲) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی کام۔

خاندان مغلیہ میں مرزا الٰہی بخش بہادر شاہ ظفر کے سمدھی تھے۔ اُن کے یہاں درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کر لینے کی وجہ سے ۱۸۵۵ء میں مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے دہلی میں سکونت اختیار فرمالی۔ ۱۸۵۷ء میں جب مغلیہ سلطنت کا انگریزوں کے ہاتھوں زوال ہوا تو مرزا الٰہی بخش نے دہلی چھوڑ کر بستی حضرت نظام الدینؒ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور چونسٹھ کھمبے کی تاریخی عمارت کے قریب اپنے رہائشی مکانات تعمیر کرالیے۔ اس عمارت کی پھاٹک پر مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کے لیے بھی مکان تعمیر کرایا۔ جب سے ہی مولانا موصوف کا اس جگہ قیام رہا۔ پھاٹک کے سامنے ایک چھوٹی مسجد تعمیر کرائی جو مرزا صاحب کے بنگلہ کے قرب کی وجہ سے بنگلہ والی مسجد کے نام سے موسوم ہوئی۔ موجودہ دور میں تبلیغی کام کا عالمی مرکز ہونے کی وجہ سے بنگلہ والی مسجد آج دنیا کے کونے کونے میں مشہور و معروف ہے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ اسی مسجد میں درس دیتے تھے۔ اُس دور کا یہ مدرسہ آج مدرسہ کاشف العلوم کی شکل میں بنگلہ والی مسجد میں بدستور قائم ہے جس میں درس نظامی کے تحت دورۂ حدیث تک کی تعلیم و سند فراغت دی جاتی ہے۔ مدرسہ کے موجودہ اساتذہ میں سے خاص طور پر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے دو خلفاء حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی اور حضرت مولانا اظہار صاحب کاندھلوی مدظلہما قابل ذکر ہیں۔ یہ دونوں حضرات حدیث و دیگر اونچی کتابوں کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے علم و فضل کے لیے مشہور ہیں۔ مدرسہ کا انتظام حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے صہر (داماد) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم، موجودہ رئیس التبلیغ کے ہاتھ میں ہے۔

مرزا صاحب کو حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کا مستجاب الدعوات ہونا اسی وقت معلوم ہوا جب ۱۸۵۷ء کے مصائب نے ان کو گھیرا اور مولانا موصوفؒ کی دعاؤں کی برکت سے ان کو نجات ملی۔ ذکر و عبادت، مسافروں کی خدمت، قرآن مجید اور دین کی تعلیم مولانا کا شب و روز کا مشغلہ تھا۔ مولانا بہت متواضع، متقی اور پرہیز گار عالم تھے۔ آپ کے پاس عام طور پر دس پندرہ طلباء جو عموماً میواتی ہوتے تھے رہتے۔ آپ ان کو قرآن شریف اور ضروری مسائل کی تعلیم دے کر واپس میوات بھیج دیتے تھے تاکہ وہ وہاں جاکر دینی خدمات انجام دیں۔ مرزا الٰہی بخش صاحب کے یہاں سے مشاہرہ کے علاوہ نہ صرف آپ کا اور آپ کے متعلقین کا کھانا آتا تھا بلکہ ان طلباء کا بھی کھانا آتا تھا جو آپ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ آپ کی بابرکت صحبت کا یہ اثر ہوتا تھا کہ وہ طلباء تعلیم کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور دینداری کی صفات سے متصف ہو کر واپس ہوتے تھے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ صاحب تصرف بزرگوں میں تھے۔ ان کے تصرف کا ایک واقعہ خود حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی مشہور کتاب "آپ بیتی" میں تحریر کیا ہے:۔

> اپنے دادا صاحب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا بھی ایک واقعہ اعتماد کے بیان میں لکھوا چکا ہوں کہ نظام الدین کا گھنٹہ ایک دفعہ چلتے چلتے بند ہوگیا، گھڑی ساز کو دکھلایا گیا اس نے دیوار پر لگے لگے کھول کر دیکھا اور کہا کہ اس میں توبڑا لمبا کام ہے، تین چار دن لگیں گے۔ دادا صاحب نے مسجد کے سب بچوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ ہر شخص بسم اللہ سمیت الحمد شریف سات دفعہ اول و آخر درود شریف سات سات دفعہ پڑھ کر دم کرے۔ سب نے دم کیا، گھنٹہ خود بخود چلنے لگا۔"[1]

---

[1] حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، آپ بیتی ۲، فصل ۱۴ "اکابر کے تصرفات" ۴۵۔ ص ۳۴۶، ۳۴۷؛ فصل ۵ "قرآن وحدیث پر اعتماد" ج ۶ ص ۱۰۲۔

مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کا انتقال ۴ شوال ۱۳۱۵ھ (۲۶ فروری ۱۸۹۸ء) کو ہوا۔ آپ نے دہلی شہر میں تیراہا بہرام کی کھجور والی مسجد میں وفات پائی۔ مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کا جنازہ بستی حضرت نظام الدین دفن کے لیے لایا گیا تو چلنے والوں کا اتنا ہجوم تھا کہ جنازہ میں دونوں طرف بلّیاں بندھی ہوئی تھیں مگر اس کے باوجود دہلی سے نظام الدین تک (جس کا فصل تقریباً چھ۔ سات کلومیٹر ہے) بہت سے لوگوں کو کاندھا دینے کا موقعہ نہ مل سکا۔" جنازہ میں اتنا ہجوم اور ایسی کثرت تھی کہ لوگوں نے بار بار نماز پڑھی جس کی وجہ سے دفن میں کچھ تاخیر ہوئی، اس عرصہ میں ایک صاحب اور اک بزرگ نے یہ دیکھا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کردو، میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ میرے انتظار میں ہیں۔"[۱]

مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ: آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے والد ماجد تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

مولانا محمد یحییٰ صاحب بن مولانا محمد اسماعیل[۱] صاحب بن شیخ غلام حسین[۲] بن حکیم کریم[۳] بخش بن حکیم غلام[۴] محی الدین بن مولانا حکیم محمد[۵] ساجد بن مولانا محمد فیض[۶] بن مولانا حکیم محمد[۷] شریف بن مولانا حکیم محمد اشرف[۸] بن جمال[۹] شاہ بن بابن[۱۰] بن بہاء الدین[۱۱] بن شیخ محمد[۱۲] بن شیخ محمد فاضل[۱۳] بن شیخ محمد قطب[۱۴] شاہ[۲]

والدہ صاحبہ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب[۳] اس طرح ہے:

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ بن بی بی صفیہ[۱] بنت مولانا ضیاء الحسن[۲] بن مولانا

---

[۱] مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، "حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت" ص ۳۹۔

[۲] تذکرۃ الخلیل، مطبوعہ سہارنپور، ص ۱۸۹۔ [۳] ایضاً۔

ندالحسن بن مولانا ابوالحسن بن مفتی الٰہی بخش بن مولانا حکیم شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن مولانا حکیم عبدالقادر بن مولانا حکیم محمد شریف۔ باقی سلسلہ اوپر والے سلسلہ کی طرح ہے۔

اس طرح والد کی طرف سے ساتویں پشت پر اور والدہ کی طرف سے دسویں پشت پر یعنی مولانا حکیم محمد شریف جھنجھانویؒ پر دونوں سلسلے مل جاتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ اور مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کا سلسلۂ نسب بھی مولانا حکیم محمد شریف جھنجھانویؒ پر اس سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے۔

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ بروز پنجشنبہ عشرۂ محرم ۱۲۸۷ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء کو پیدا ہوئے، تاریخی نام بلند اختر تھا۔ آپ بچپن سے ہی ذہین و ذکی اور لطیف المزاج تھے۔ سات سال کی عمر میں ہی آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ خود تحریر کرتے ہیں:۔

"میرے والد صاحب قدس سرہٗ پیدائش سے ہی بہت ذکی الحس تھے۔ ان کے کچھ حالات تذکرۃ الخلیل میں بھی آ چکے ہیں۔ میں نے ان کی زبانی بھی یہ روایت کئی مرتبہ سنی جو انھوں نے اپنی والدہ (میری دادی) سے نقل کی فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کے دودھ نہ تھا اس لیے مجھے دایہ نے دودھ پلایا۔ لیکن اگر روزانہ غسل کر کے اور خوشبو لگا کر وہ دودھ نہ پلاتی تو میں دودھ نہ پیا کرتا تھا۔ دو برس کی عمر میں جب دودھ چھٹا تو اس وقت پاؤ پارہ حفظ تھا اور سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر چکے تھے......" لہ

لہ "آپ بیتی" ج ۴، ص ۱۳۴۔

حضرت شیخ الحدیث نے اپنی "آپ بیتی" میں اتنا مواد فراہم کر دیا ہے کہ مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ پر ایک مستقل مضمون لکھنے کی ضرورت ہے۔ یہاں پر ضمنی طور پر مختصراً چند اہم باتیں لکھنے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ عربی کی ابتدائی کتابیں آپ نے اپنے والد صاحبؒ سے بستی نظام الدینؒ میں ہی پڑھیں پھر کاندھلہ میں مولانا یدا اللہ صاحب سے منطق پڑھی۔ ادب اور منطق کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے دہلی میں مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں[1] لیکن دورۂ حدیث کے سال میں آپ نے حدیث کی کتابیں وہاں نہیں پڑھیں کیونکہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں جا کر حدیث پڑھنے کا ارادہ تھا۔ البتہ مدرسہ والوں کے اصرار سے امتحان میں شریک ہو گئے۔ یہ امتحان حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے لیا تھا۔ آپ کے جوابات دیکھ کر فرمایا "ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا"۔[2] شوال ۱۳۱۱ھ میں آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں دورۂ حدیث پڑھنے حاضر ہوئے۔ حضرت اقدس گنگوہیؒ نے آنکھوں میں نزول الماء کی وجہ سے دورۂ حدیث بند کر دیا تھا لیکن حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کی وجہ سے پھر شروع کیا۔ بہت سے حضرات کو اس دورہ میں آپ کے طفیل سے شرکت نصیب ہوئی۔

دورۂ حدیث کے بعد آپ نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گنگوہ ہی قیام کیا اور حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے وصال تک ۱۲ سال وہاں پر ہی قیام رہا۔[3] آپ حضرت گنگوہیؒ کو اولاد سے زیادہ پیارے تھے اور حضرت قدس سرہٗ آپ کو بینائی جاتے رہنے کے بعد "بڑھاپے کی لاٹھی اور نابینائی کی آنکھیں" فرمایا کرتے تھے۔[4] حضرت گنگوہی

---

[1] تذکرۃ الخلیل، طبع سہارنپور، ص ۱۹۲۔

[2] تذکرۃ الخلیل، طبع سہارنپور، ص ۱۹۲۔

[3] تذکرۃ الخلیل، طبع سہارنپور، ص ۱۹۳۔ [4] ایضاً ص ۱۹۴۔

کے وصال کے بعد بھی آپ نے گنگوہ چھوڑنا پسند نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے اصرار پر جمادی الاولی ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم میں درس حدیث کے لیے مستقل تشریف لے آئے۔ وہاں پر ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ گو کہ آپ حضرت گنگوہی کی خدمت میں مستقل بارہ سال قیام پذیر رہے لیکن آپ کو حضرت قدس سرہٗ سے اجازت حاصل نہیں تھی۔ حضرت گنگوہی کے وصال کے چند روز بعد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری گنگوہ تشریف لے گئے اور وہ عمامہ جو حضرت سہارنپوری کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے عنایت فرمایا تھا مولانا یحییٰ صاحب کے سر پر رکھکر فرمایا:

"اس کے مستحق تم ہو اور میں آج تک اس کا محافظ و امین تھا۔ الحمدللہ کہ آج حق کو حقدار کے حوالہ کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوتا ہوں اور تم کو اجازت دیتا ہوں کہ کوئی طالب آئے تو اس کو سلاسل اربعہ میں بیعت کرنا اور اللہ کا نام بتانا۔"[1]

(ب) شیوخ:

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کا سلسلۂ بیعت اس دور کے مشہور و معروف ترین سلاسل میں سے ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ تک یہ سلسلہ اس طرح ہے:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی از حضرت مولانا خلیل احمد

---

[1] تذکرۃ الخلیل، طبع سہارنپور، ص ۱۹۴۔

سہارنپوری از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ از حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔

حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے آگے اس سلسلہ کو احقر کی کتاب "تسلسلات امدادیہ" (مطبوعہ سہارنپور) جو کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے خط کے ساتھ حضرتؒ کی حیات میں ہی شائع ہو چکی تھی ملاحظہ فرمایا جائے۔

مذکورہ بالا تمام مشائخ کے حالات پر ضخیم کتابیں موجود ہیں مثلاً تذکرۃ الخلیل از مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ (اور دوسری کتاب حیات خلیل از مولانا محمد ثانیؒ مطبوعہ لکھنؤ)؛ تذکرۃ الرشید از مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ پر "امداد المشتاق" از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور "حیاتِ امداد" محمد انوار الحسن (مطبوعہ دیوبند) وغیرہ۔ اس لیے ان مشائخ کے حالات اس مختصر مضمون میں حذف کیے جا رہے ہیں۔ ان حضرات کے حالات کے لیے قارئین مذکورہ بالا کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

مختصر حالاتِ زندگی

ولادت، ابتدائی حالات اور تعلیم:-

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ (مطابق ۲ فروری ۱۸۹۸ء)[ل] شب پنجشنبہ بوقت عشاء کاندھلہ (ضلع مظفر نگر) میں پیدا ہوئے جس کی بڑی خوشی منائی گئی اور نماز تراویح کے بعد آپ کی نانی صاحبہ کے مکان پر مبارکباد

ل قمری تاریخ کی عیسوی تاریخ میں مطابقت راقم السطور نے مفتاح التقویم از حبیب الرحمٰن خاں (مطبوعہ ترقی اردو بورڈ۔ نئی دہلی) کی بنیاد پر کی ہے۔

دینے والوں کا بڑا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ آپ کے دادا مولانا محمد اسماعیل صاحب اس وقت حسب معمول بستی حضرت نظام الدین رح دہلی میں تھے۔ جب ان کو آپ کی ولادت کی اطلاع ملی تو برجستہ زبان سے نکلا کہ "ہمارا بدل آگیا"۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحبؒ کا وصال چند روز بعد ۲۴ شوال کو اسی سال ہو گیا۔ اس زمانہ میں مولانا محمد یحیی صاحب رح کا قیام گنگوہ میں رہتا تھا۔ ساتویں دن آپ وہاں سے تشریف لائے اور خاندان کی روایات کے برخلاف بچے کو دیکھنے کو بلوایا۔ جب بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے حجام سے، جس کو ساتھ لائے تھے، کہا کہ وہ بال تراش دے۔ اس نے بال تراش دیے، بال آپ نے والدہ کے پاس بھجوا دیے اور فرمایا کہ بال میں نے منوا دیے، بکرے آپ ذبح کرا دیجیے اور بال کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دیجیے۔ یہ واقعہ مولانا محمد یحییٰ صاحب رح کی سادہ اور رسومات سے پاک زندگی کی عکاسی کر رہا ہے۔ آپ کے دو نام رکھے گئے۔ محمد موسیٰ اور محمد زکریا۔ آپ نے اس دوسرے نام سے ہی شہرت پائی۔

اس وقت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا قیام گنگوہ میں تھا۔ وہاں سے کاندھلہ آمد و رفت رہتی تھی۔ جب حضرت شیخ الحدیث رح کی عمر ڈھائی سال کی ہوئی تو وہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ گنگوہ چلے گئے۔ اس طرح کا آپ کا باشعوری کا زمانہ حضرت گنگوہی رح کی صحبت میں گزرا۔ ابھی آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات ہو گئی۔ لیکن آپ کا قیام گنگوہ اپنے والد صاحب کے ساتھ تقریباً بارہ سال کی عمر تک رہا۔ اور جب مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہو کر آئے تب ہی آپ اُن کے ساتھ ۱۳۲۸ھ میں سہارنپور تشریف لائے۔

گنگوہ کے قیام میں آپ نے قرآن کریم کی تعلیم نیز اردو کے دینی رسائل، بہشتی زیور اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ سہارنپور آکر عربی کی ابتدائی

م کا سلسلہ شروع کیا۔ اپنی ابتدائی تعلیم کے بارے میں حضرت شیخ "آپ بیتی" میں اس
ح تحریر فرماتے ہیں:

"۲۵ھ سے میری فارسی اردو اس حالت میں شروع ہو گئی کہ قرآن پاک تو گویا پڑھا بے پڑھا برابر تھا مگر ہم حافظوں میں شمار ہونے لگے۔ میں نے فارسی زیادہ تر اپنے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی۔ ان پر اس زمانہ میں بزرگی کا بہت ہی غلبہ تھا۔ مجاہدات سلوک کا بہت زور تھا۔ خانقاہ قدوسیہ کے پیچھے ایک بہت مختصر آب چک تھی۔ اس میں ایک بوریے پر آنکھ بند کیے ہوئے دو زانو بیٹھے رہا کرتے تھے۔ میں سبق کے لیے جاتا تو قانون یہ تھا کہ ایک کتاب چچا جان کے سامنے کھول کر رکھ دیتے۔ ایک ساتھی میرا اور تھا۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں۔ ہم دونوں دوسری کتاب میں پڑھتے۔ بیٹھنے کے بعد بسم اللہ کرکے سبق شروع کر دیتے اگر اس میں ذرا دیر ہوتی تو چچا جان نور اللہ مرقدہٗ ایک انگلی سے اپنے سامنے کی کتاب بند کر دیتے اور گویا تاخیر کے عتاب میں سبق بند۔۔۔۔۔۔"[۵]

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے طرز تعلیم پر گفتگو کرتے ہوئے آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

"معمولی غلطی پر شست کہتے یا ہوں اور فحش غلطی پر پھر وہی ایک انگلی سے کتاب بند کر دیتے۔ اس سیہ کار میں اس زمانے میں بولنے کا مرض بہت زیادہ تھا۔ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تو ۶ مہینے چپ

---

۵ یعنی مولانا محمد الیاس صاحبؒ جو اس زمانہ میں گنگوہ میں رہتے تھے۔

۵ "آپ بیتی"، ۲، ص ۳۸۔

رہے تو تجھے ولی کر دوں۔ اس زمانے میں ۶ ہفتے تو در کنار ۲ دن چپ رہنا بھی مصیبت تھا۔ میں نے بڑے ہو کر نظام الدین میں ایک مرتبہ ان کو ان کا یہ ارشاد یاد دلایا۔ ان کو یاد آگیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے اس وقت میں ۶ ہفتے کو فرمایا تھا اب میں آپ کو ۶ ماہ کامل چپ رہ کر دکھلاؤں۔ چچا جان نے فرمایا کہ وہ بات تو گئی"۔ [۵۱]

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے والد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا طرز تعلیم جداگانہ تھا۔ وہ مروّجہ نصاب اور عام طریقۂ تعلیم اور درسی کتابوں کی متعارف ترتیب کے خلاف تھے۔ انھوں نے اپنی تجویز اور خداداد ملکۂ تعلیم کی مدد سے خود ایک نصاب تجویز کر رکھا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"میرے والد صاحب کے یہاں پہلے قواعد زبانی یاد کرائے جاتے تھے اور اس کے بعد قواعد کا اجراء تختی یا ردّی کاغذوں پر کرایا جاتا تھا۔ اس کے بعد پھر مجھے یاد ہے کہ صرف میر اور پنج گنج تین تین چار چار دن میں سنا دی تھیں۔ ان میں وقت نہیں خرچ ہوا ...... البتہ فصول اکبری میں بہت وقت خرچ ہوا ...." [۵۲]

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں اکمال الشیم کے مقدمہ میں لکھ چکا ہوں کہ میرے والد صاحب اپنے خاص شاگردوں کے پڑھانے میں مجتہد تھے۔ کسی نصاب کے پابند نہیں تھے ان کے یہاں زبانی تعلیم زیادہ اہم تھی بہ نسبت کتابی تعلیم کے ....." [۵۳]

---

۵۱ "آپ بیتی" ع۲، ص ۳۸ ۵۲ "آپ بیتی" ع۲، ص ۴۰۔
۵۳ ایضاً، ص ۴۳۔

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے اپنی تعلیم کے سلسلہ میں رمضان ۲۸ھ تا شعبان ۳۸ھ تک مکمل نقشۂ تعلیم "آپ بیتی" ۲۱ میں دیا ہے۔ جس میں ان تمام کتابوں کی فہرست ہے جو آپ نے سال بہ سال پڑھیں تفصیل کے لیے اس نقشہ کو ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صحاح ستہ میں سے بخاری شریف ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف دو بار پڑھیں۔ ایک بار اپنے والد صاحب قدس سرہٗ سے شوال ۳۳ھ اور شعبان ۳۴ھ کے درمیان۔ اور دوسری بار اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ سے شوال ۳۴ھ تا محرم ۳۵ھ، شوال ۳۵ھ تا شعبان ۳۶ھ اور شوال ۳۶ھ تا شعبان ۳۷ھ۔ اس طرح گو کہ آپ کی تعلیم شعبان ۳۷ھ میں ہی مکمل ہو گئی تھی لیکن علم کی پیاس نے آپ کو شعبان ۳۸ھ تک طلب علم میں سرگرم رکھا۔

اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے طرز تعلیم کے متعلق حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"میرے حضرت اس کے شدید مخالف تھے کہ ابتدا میں لمبی تقریریں کی جائیں۔ اور آخر میں رمضانی حافظ کی طرح ورق گردانی کر دی جائے......

.... میرے حضرت قدس سرہٗ کے یہاں جب تک ترمذی شریف، بخاری شریف مستقل ہوتی رہی، اور صبح کے پہلے دو گھنٹوں میں سبق تھا۔ ماہ صفر کے کسی حصہ میں ترمذی ختم ہو جاتی تھی اس کے ختم ہونے کے بعد اس کی جگہ بخاری شریف شروع ہو جاتی تھی۔ اول کے چند ایام چھوڑنے کے بعد حضرت قدس سرہٗ جب سبق شروع کراتے تو جہاں سبق کے شروع کا نشان رکھا ہوا ہوتا تھا سبق کے شروع میں اس نشان کو نکال کر اور پانچ ورق گن کر پانچ ورق کے بعد وہ نشان رکھ دیتے۔ مجھے بڑی حیرت ہوتی تھی اور

بار ہا اس کو بہت غور سے دیکھا کہ دوسرے گھنٹہ کے ختم پر وہ پانچ ورق
بھی ختم ہو جاتے ۔ نہ تو کبھی گھنٹہ بجتا نہ کبھی ورق بچتا ۔ میں بہت کثرت
سے اس منظر کو غور کرتا رہا ۔ اس میں احکام کے ابواب بھی آتے اور رقاق
و آداب کے بھی آتے تھے ۔ تقریر بھی کم و بیش ہوتی تھی لیکن ان پانچ ورقوں
میں تخلف نہیں ہوتا تھا ...." لہ (باقی آئندہ)

خریداران و مضمون نگاروں کے لیے
اطلاع

(۱) رسالہ برہان سے متعلق مضامین اور آرٹیکل وغیرہ براہ راست دستی یا ڈاک
سے مینجر رسالہ برہان کے نام بھیجیں ۔ یہ اس وجہ سے لکھا جا رہا ہے کہ مضامین
کے اسٹاک رجسٹر میں ان کا اندراج ہونا ضروری ہوتا ہے ورنہ اس کی اہم ذمہ داری
کسی پر نہیں رہے گی ۔ اس کا خاص طور پر دھیان رکھیں ۔

(۲) اور منی آرڈر کرتے وقت کوئی بھی خریدار اور ممبر اپنا پورا پتہ یا خریداری نمبر
اپنے منی آرڈر کوپن پر ضرور لکھیں جس کی طرف توجہ اب تک نہیں کی گئی ۔

دستخط
مینجر رسالہ برہان
عمیمہ ازرق

لہ "آپ بیتی" ج ۶، ص ۲۲ ۔